مولانا محمد یحییٰ گوندلوی
شارح ترمذی سنن ابن ماجہ

۱۰

ردِ قادیانیت اور اہلحدیث

اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو یہ شرف بخشا ہے کہ جب بھی اسلام کے خلاف کوئی سازش ہوئی' یا کسی فتنہ نے سر اٹھایا تو اہل حدیث نے ہی آگے بڑھ کر نہ صرف کہ اس کی سرکوبی کی' بلکہ اس کے قلع قمع کرنے کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ برصغیر میں اسلام مخالف فتنوں میں سے ایک نمایاں فتنہ قادیانیت کا تھا۔ اس فتنہ کے خلاف بھی سب سے پہلے اہل حدیث نے آواز اٹھائی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات کی بنیاد پر اس کے متعلق فتویٰ طلب کیا تو سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے فتویٰ کفر جاری کیا۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے' تا آنکہ مرزا قادیانی' حضرت مولانا امرتسری سے مباہلہ کے نتیجہ میں ذلت آمیز موت مرا۔

پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے سب سے پہلی آواز معروف اہل حدیث عالم دین مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائی۔ تحریک چلی' قربانیاں دی گئیں' حتیٰ کہ یہ مسئلہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا' جو آخری حوالہ کر دیا گیا۔ جس پر مرزا ناصر لاجواب ہوا۔ اور اس نے بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ وہ آخری حوالہ بھی اہل حدیث کے جید عالم دین حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مہیا فرمایا تھا۔ تحفظ ختم نبوت اور ردقادیانیت میں جس کسی نے بھی جس انداز سے جتنا حصہ ڈالا' وہ باعث شرف و سعادت ہے۔ لیکن ''بعض الناس'' دوسروں کی خدمات بھی اپنے کھاتے میں ڈالنے کی سعی نامشکور کرتے ہیں۔ ایسا کچھ ہی تحریک ختم نبوت سے ہوا۔

اصل حقائق سے آگاہی کے لیے ماہنامہ ترجمان الحدیث کا یہ ختم نبوت نمبر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قادیانیت کے خلاف تحریکی مہم کا آغاز علماء اہل حدیث ہند نے کیا تھا جس کی سرپرستی شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی نے کی اور ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کے باطل عقائد کی جانچ پرکھ کے بعد اس پر فتوی کفر لگایا اس فتوی کو اتنی شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی کہ بر صغیر کے تقریبا تمام نامور علماء کرام نے اس کی تصدیق اور تصویب کی اور یہ فتوی ردقادیانیت میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کرگیا اس فتوی کی اشاعت کے بعد قادیانی انتہائی پریشان ہوگئے اور اس فتوی کو اپنے باطل مقاصد کی تکمیل میں ایک مضبوط آڑ سمجھنے لگے یہی وجہ ہے کہ اس فتوی کے آجانے کے بعد مرزا صاحب کی کوئی اہم تصنیف ایسی نہیں جس میں اس نے اس فتوے پر ناراضگی اور خفگی کا اظہار نہ کیا ہو۔ اس لئے کہ اس فتوی نے قادیانی تحریک کے خلاف ایک منظم اور قوی محاذ قائم کردیا تھا جس کی روشنی میں قادیانی تحریک پر ہر طرف سے دلائل ونصوص کے میزائلوں کی بارش شروع ہوگئی تھی۔

اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ قادیانیت کے خلاف جس نے بھی قلمی یا علمی کام کیا ہے خواہ وہ کسی مسلک سے تعلق رکھتا تھا اس نے اس فتویٰ کے بعد ہی کیا ہے جس کا اعتراف تقریبا قادیانیوں پر قلم اٹھانے والے تمام احباب نے کیا ہے اگر اس کے شواہد معلوم کرنے ہوں تو دیوبندی مورخ مولانا رفیق دلاروی کی کتاب ''رئیس قادیان'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

اکابر پرستی کا جنون:

متحدہ ہند میں تو کچھ انصاف پسندی موجود تھی اور تنگ نظری اور فکری کا جنون قدرے کم تھا لیکن جونہی تقسیم ہوئی تو اکابر پرستی کی وبا نے سر اٹھایا اور ہر گروہ نے اپنے اکابر کو اشاعت اسلام کا ہیرو اور دوسرے حضرات کو انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنے کی مہم چلائی۔ اس میں حرج کی کوئی بات نہیں کہ اگر کسی شخص نے حفاظت اسلام کا کوئی فریضہ انجام دیا ہے تو اس کا تذکرہ کرنا چاہیے۔ بشرطیکہ وہ مستند حقائق پر مبنی ہو۔ لیکن یہ روش نامعقول اور مروت سے گری ہوتی ہے کہ اپنے چند اکابر کے علاوہ دوسرے مسالک کے اکابر کی اسلام کی حفاظت اور دفاع میں کی گئی کاوشوں کا انکار کردیا جائے اور بھرپور کوشش کی جائے کہ تاریخ کے اوراق میں ان کا تذکرہ ہی مفقود کردیا جائے۔

تاریخ کا مسخ:

مذکورہ تمہید کوئی خیالی نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت پرمبنی ہے کہ چند دہائیوں سے احباب دیو بند اور ان کے بالتبع اب علماء بریلی پر ایسا ہی خبط سوار ہو چکا ہے کہ ہر میدان میں اسلام کی خدمت خصوصاً ردّ قادیانیت کا سہرا ان کے اکابر کے سر پر ہے وہ اس میدان میں اپنے اکابر کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچانے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں چونکہ ان کی یہ کاوش حقائق کی روشنی میں تو کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے کہ اس میدان میں اہل حدیث کو ہر لحاظ سے سبقت حاصل ہے لہٰذا ایک منصوبے کے تحت اب جو بھی نام نہاد مورخ قادیانیت کے موضوع پر قلم اٹھاتا ہے وہ اہل حدیث کا سرے سے تذکرہ تک نہیں کرتا۔ بلکہ کوشش کی جارہی ہے کہ علماء اہل حدیث کو انگریز کا ایجنٹ اور قادیانی کا ہمنوا باور کرایا جائے۔ بریلوی مکتب فکر کی ایک مقتدر شخصیت ضیاء اللہ قادری لکھتا ہے''وہابی مولویوں نے مرزائیوں کے خلاف قدم نہیں اٹھایا بلکہ ان کی پشت پناہی اور ان کی حمایت کی ہے''(وہابیت اور مرزائیت صفحہ۵۹)۔ دیو بند مکتب فکر کے تو بہت سے احباب نے اس میدان میں افترا پردازی کے جوہر دکھائے ہیں اور ان کے ہر ایک نام نہاد مورخ نے خوب قلم کی صفائی دکھائی ہے۔ اور اس تاریخ سازی میں نامور علماء نے حصہ لیا ہے جن میں سرفہرست لدھیانوی' کاندھلوی احباب ہیں ان کے دوش بدوش مولانا سرفراز صفدر گکھڑوی بھی ہیں ان حضرات کو تو ویسے ہی اہل حدیث نام سے چڑ ہے اور یہ کسی میدان میں اہل حدیث کا نام سننا گوارہ نہیں کرتے۔ قادری صاحب کی تو ہم بات نہیں کرتے ان کے مکتب فکر کے علماء کا متحدہ ہند میں خصوصاً قادیانی کی زندگی میں کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں جسے منقار قلم پر لایا جائے ان کے اعلیٰ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں کسی کونے میں دبکے بیٹھے تھے حالانکہ اس دور میں اعلیٰ حضرت صاحب علماء اہل حدیث کو اپنے زعم میں دائرہ اسلام سے ایک فتوی کی رو سے خارج قرار دے چکے تھے لیکن مرزائیت کے حوالہ سے موصوف کا قلم خشک ہو چکا تھا اور کوئی شوشہ نوک قلم پر نہیں آیا تھا ہاں البتہ اکابر دیو بند میں سے بعض حضرات مرزا صاحب کے خلاف ضرور صف آراء ہوئے تھے لیکن وہ بھی حضرت میاں صاحب کے فتوی تکفیر کے بعد۔ یہ حضرات اوّلاً اہل حدیث کے بارے میں ایک مفروضہ قائم کرتے ہیں اور پھر اسی مفروضہ پر اپنی

تحقیق کی بنیاد رکھتے ہیں مثلاً مرزا انگریز کا خودکاشتہ پودا ہے اور اہل حدیث نے بھی انگریز کی حمایت کی ہے لہٰذا یہ مرزا قادیانی کے ہمنوا تھے۔

اس مفروضہ کے تحت مولانا صفدر گکھڑوی فرماتے ہیں ''دوسری طرف بعض غیر مقلدین حضرات نے اپنے جاہ وجلال اور ریاستوں کی حفاظت اور انگریز کی کاسہ لیسی کی خاطر انگریز قوم کے خلاف جہاد حرام قرار دیا۔ چنانچہ نواب صدیق الحسن خان لکھتے ہیں کہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث وقرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور احکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے سب کے سب مقلدان حنفی تھے نہ متبعان حدیث نبوی (ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۵) اسی اثناء میں انگریزی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے انگریز کی طرف سے مرزا غلام احمد کو جعلی نبوت عطا ہوئی (ختم نبوت ملحقہ ختم نبوت دیوبند صفحہ ۳۱۱)

دیکھا قارئین کرام! موصوف نے کتنی اعلیٰ دلیل بیان کی ہے اہل حدیث کی مرزا قادیانی سے ہمنوائی کی حلیہ آہو کا بیان کرنا تھا کر دیا بھیڑیے کا۔ اور پھر کیسی عمدہ فقاہت ہے صاحب ہدایہ زندہ ہوتا تو وہ بھی اس فقاہت کو دیکھ کر اپنی فقاہت کو لات مار دیتا۔

انگریز اور علماء اہل حدیث:

قارئین کرام! انگریز کے خلاف اور استخلاص وطن کے لئے کس نے قربانیاں دیں، کن پر وہابیت کا دھبہ لگا کر انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا، کن کے محلات مسمار کر دیے گئے، کن کی جائدادیں قرق اور ضبط ہوئیں، کن کو کالا پانی کی سزائیں دی گئیں یقیناً یہ تاریخ کی امانت ہے کہ وہ اہل حدیث ہی تھے جن کے وجود کو انگریز اپنے لئے خطرہ سمجھتا تھا اور ان کے استیصال پر تلا ہوا تھا۔ علامہ ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تقریر میں ان پرعزم ارادوں اور ولولہ انگیز شہادتوں کا ذکر کیا ہے کہ علمائے صادق پور اور پٹنہ اور بنگال کے غیور اہل حدیثوں نے راہ جہاد میں اپنا سارا کچھ لٹا دیا مگر انگریز کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا ذرا ''کالا پانی'' اٹھا کر پڑھو اور ''اور انڈین مسلمان'' کا مطالعہ تو کرو سب حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ ایک طرف تو انگریز علماء اہل حدیث کو چن چن کر ختم کر رہا تھا تو دوسری طرف انگریز سامراج کے گماشتے اور پٹھو

علماء اہلحدیث پر کفر کے فتوے لگا کر انگریز کو خوش کر رہے تھے۔ جامع الشواہد اسی دور کی بھیانک تصویر ہے جس پر پانچ سو کے قریب نام نہاد دین کے ٹھیکیداروں نے اہل حدیث کے خلاف اپنی بھڑاس نکالی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ایک طالب علم بھی واقف ہے اوراور وہ اہل حدیث کی انگریز کے خلاف قربانیوں کا انکار نہیں کر سکتا۔ انکار تو وہی کرتا ہے جس نے اہل حدیث دشمنی میں ادھار کھایا ہوا ہے اور وہ تعصب اور عناد کی چھری سے حقیقت کو ہر صورت ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

انگریز اور علماء دیوبند:

متواتر تاریخی شہادات موجود ہیں کہ علماء دیوبند نے کھل کھلا کے انگریز سرکار کی حمایت کی تھی اور اس کے عوض بڑے بھاری بھرکم نذرانے وصول کیے ہیں جنگ میں شاہی فوج کی بجائے انگریز فوج کا ساتھ دیا تھا بلکہ اپنے صوفیانہ عقائد کی روشنی میں انگریزی فوج کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی مولانا فضل الرحمان مراد آبادی نے تو صریحاً اعلان کیا تھا کہ لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریز کی صف میں پا رہا ہوں (سوانح قاسمی صفحہ ۱۰۳ جلد ۲) انگریز کے خلاف لڑنے والوں کو باغی اور مفسد قرار دیا اور اس کے مقابلہ میں انگریز کو رحمدل قرار دیا مولانا میرٹھی لکھتے ہیں ”جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی کی (تذکرہ رشید صفحہ ۷۶ جلد ۱) دیوبندیوں کے اس وقت کے سردار مولانا رشید گنگوہی کے بارے میں میرٹھی صاحب نے لکھا ہے کہ ”جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے (تذکرۃ الرشید) اکابر دیوبند کا انگریز کے ساتھ وفاداری کا ہی کرشمہ تھا کہ لیفٹیننٹ گورنر کے نمائندہ پامر دنے دیوبند دار العلوم کا دورہ کیا تو یہ رپورٹ دی کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد ومعاون ہے (احسن نانوتوی صفحہ ۲۱۷) رہی جہاد کی بات تو مولانا رشید گنگوہی نے فتویٰ جاری کیا اور اسکی تصدیق مولانا محمود حسن شیخ الہند نے بھی کی کہ ”مسلمان مذہبی طور سے پابند ہیں کہ حکومت برطانیہ کے وفادار رہیں خواہ آخر الذکر سلطان ترکی سے ہی برسر جنگ کیوں نہ ہوں (تحریک شیخ الہند صفحہ ۳۰۵) اس سلسلہ میں مکمل حقائق کا ادراک مطلوب ہو تو صاحبزادہ مولانا برق التوحیدی کی کتاب ”علماء دیوبند اور انگریز“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

ان حقائق سے مولانا صفدر صاحب پر حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ انگریز کے خلاف اور استخلاص وطن کے لئے علماء دیوبند نے نہیں بلکہ علماء اہل حدیث نے قربانیاں دی تھیں اگر حضرت نواب صاحب نے کسی مجبوری اور اضطراری حالت کی بنا پر ایک آدھ جملہ لکھ دیا تو کیا اس سے پوری جماعت کی قربانیوں پر پانی پھر جائے گا۔ پھر یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ انگریز نے حضرت نواب صاحب کو ان کے منصب سے محض اس لئے معزول کیا تھا کہ ان پر وہابیوں کی تائید اور مدد کا الزام تھا اور پھر تا حیات وہ معزول ہی رہے اگر نواب صاحب کا عملاً کردار انگریز کی حمایت وتائید میں ہوتا تو پھر ان کو ان کے منصب سے کیوں معزول کیا جاتا۔ ان کا اپنے منصب سے معزول ہونا اس بات کی بین دلیل تھی کہ وہ انگریز کے عملاً موید اور ہمنوا نہ تھے۔

ثانیاً مولانا گکھڑوی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ کوئی تین چار ریاستوں کی نشاندہی فرمائیں جن پر اہل حدیث کی حکومت تھی اور انہوں نے اپنی حکومت بچانے کے لئے انگریز کی تائید وحمایت کی تھی۔ یقیناً یہ ایک افترا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے ایک ریاست بھوپال کے کسی دوسری ریاست میں اہلحدیث کی کوئی حکومت نہ تھی اور بھوپال میں بھی نواب صاحب کو ان کے منصب سے اس لیے معزول کر دیا گیا تھا کہ وہ حکومت کے خلاف وہابیوں کی مدد کرتے ہیں۔

نواب صاحب اور مرزا صاحب:

یہ حقیقت بھی ظاہر وباہر ہے کہ نواب صاحب کا مرزا صاحب سے کوئی ادنیٰ تعلق یا رابطہ نہیں تھا بلکہ نواب صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ مرزا صاحب نے جب اپنی پہلی کتاب (براہین احمدیہ) تحریر کی تو اس کا ایک نسخہ حضرت نواب صاحب کو بھی بھیجا جو شخص نسخہ لے کر گیا نواب صاحب نے اسے اس شخص کے سامنے چاک کر دیا اور پھاڑ کر اس کو واپس کر دیا جس کا مرزا صاحب کو تاحیات ملال رہا اور اس واقعہ کو اپنی مختلف تصانیف میں ذکر کرتا رہا حتیٰ کہ حقیقت الوحی جو اس نے اپنی آخری عمر میں لکھی اس کے تتمہ صفحہ ۳۷ کے حاشیہ میں بھی اس واقعہ کا بڑے ملال اور افسوس کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور پھر جس نے بھی قادیانیت کی تاریخ پر قلم اٹھایا ہے خواہ وہ قادیانی ہے یا مسلم ہر ایک نے اس واقعہ کو تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے حتیٰ کہ مولانا گکھڑوی کے صاحبزادے عبدالحق نے بھی اپنی تالیف

فتوی ربانی صفحہ ۳۹ میں تاریخ احمدیت صفحہ ۲۸ جلد ۲ کے حوالہ سے رقم کیا ہے اگر یہی بات ہوتی جسے گکھڑوی صاحب باور کرانا چاہتے ہیں تو پھر حضرت نواب صاحب کو مرزا صاحب کا حامی ہونا چاہیے تھا اس کی مخالفت کا کیا معنیٰ ہے؟

مرزا قادیانی کا مذہبی تعارف:

یہ بات کسی بھی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں کہ مرزا قادیانی ایک حنفی خاندان کا فرد تھا اس کا پورا خاندان حنفی تھا مرزا صاحب نے جس مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی اس ماحول میں فقہی مسائل میں تو فقہ حنفی پر عمل کیا جاتا تھا اور عقائد میں وہ لوگ عموماً صوفی المشرب تھے مرزا صاحب کی نشوونما بھی اسی منہج پر ہوئی کہ وہ احکام میں فقہ حنفی کا پابند تھا اور عقائد میں صوفیانہ نظریات کا حامل اور عامل تھا جہاں تک عقائد کی بات ہے تو خود مرزا صاحب کی کتب اس پر شاہد عدل ہیں کہ اس کے عقائد صوفیانہ تھے اس نے انہی عقائد پر اپنے دعوؤں کی بنیاد رکھی تھی اور یہ دعوے آناً فاناً معرض وجود میں نہیں آئے تھے بلکہ اس کیلئے اس نے ایک عرصہ تک راہ ہموار کی تھی تصوف اس وقت علماء احناف کا مرغوب ترین منہج تھا اور شاید ہی کوئی نامور حنفی عالم ہو جو اسوقت تصوف کا حامل نہ ہو بلکہ تمام ہی اس پر خار منزل کے راہی تھے اور آج بھی اکثریت اسی نظریہ پر گامزن ہے۔ اور یہ تو تصوف کی عام کتابوں میں بھی ہے کہ ہر بڑا صوفی الہام، القاء، کشف اور بزعم خویش خود کو ہاتف غیبی سے ملذذ اور محظوظ ہونے کا مدعی ہے۔ مرزا صاحب تصوف کے جملہ نظریات جیسا کہ وحدت الوجود بلکہ حلول اور کشف ومنامات میں باری تعالی سے ہم کلامی کا شرف کا قائل تھا یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی عین اللہ کبھی ابن اللہ ہونے کا دعوی کا کرتا ہے جس کی مکمل تفصیل راقم الحروف کے مقالہ ''مرزا قادیانی اور نظریہ توحید'' میں موجود ہے علاوہ ازیں مرزا صاحب چلہ کشی کے بھی قائل تھے انہوں نے اس نظریہ کے تحت ایک بار چالیس روز چلہ بھی کیا تھا اور اس سے فراغت پانے کے بعد اپنے مریدین کو مژدہ سنایا تھا کہ ''ان دنوں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر تک اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے (حنفیت اور مرزائیت صفحہ ۸۱) اسی طرح وہ عام صوفیہ حضرات کی طرح قائل تھا کہ رسول اللہ سے ان کی وفات کے بعد اب بھی براہ راست فیض حاصل کیا جاسکتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں یہ

خیال کہ انبیاء زندہ ہو کر قبر میں رہتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ ہاں قبر سے ایک قسم کا تعلق ان کا باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشفی طور پر اپنی اپنی قبروں میں نظر آتے ہیں مگر یہ نہیں کہ وہ قبروں میں ہوتے ہیں بلکہ وہ ملائکہ کی طرح آسمانوں میں جو بہشت کی زمین ہے اپنے مرتبہ کے موافق مقام رکھتے ہیں اور بیداری میں پاک دل لوگوں سے کبھی کبھی زمین پر آ کر ملاقات بھی کرتے ہیں ہمارے نبی ﷺ کا اکثر اولیاء سے عین بیداری کی حالت میں ملاقات کرنا کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور مولف رسالہ ''خود مرزا صاحب'' بھی کئی دفعہ اس شرف سے مشرف ہو چکا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۱ حاشیہ)

مرزا اور حنفیت:

یہ تو مرزا صاحب کے صوفیانہ عقائد اور اعمال تھے باقی رہی فقہی احکام کی بات تو مرزا صاحب علی الاعلان تا حیات فقہ حنفی پر کار بندر ہے تھے (تحریک احمدیت صفحہ ۱۱ جلد ۱، سیرت مہدی صفحہ ۴۹ جلد ۲ و مواضع کثیرہ)

اور کسی دور میں بھی اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانا پسند نہیں کیا بلکہ اس مسلک سے بغض و عناد کا اظہار کیا۔ مرزا صاحب تو حنفی ہی تھے اپنے مریدوں کو بھی اسی فقہ پر عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے جیسا کہ رفع یدین ہے جو سنت متواترہ ہے مرزا صاحب خود بھی اس سنت کے تارک تھے اور دوسروں کو بھی ترک کی نصیحت کرتے تھے (سیرت مہدی صفحہ ۱۶۲ جلد ۱)

مرزا صاحب اور علماء اہل حدیث:

مرزا صاحب کی اعتقادی اور فقہی پوزیشن کے پیش نظر یہ ممکن نہیں کہ علماء اہل حدیث کا اس سے کوئی مذہبی تعلق ہو اہل حدیث احکام میں نہ فقہ حنفی کو تشریعی حیثیت سے قبول کرتے ہیں اور نہ تصوف کو اپنے عقائد کا ماخذ مانتے ہیں بلکہ اہل حدیث کا منہج بالکل سادہ ہے کہ یہ ادھر ادھر کی بجائے خالص کتاب و سنت پر عمل کے داعی اور عامل ہیں یہ ان کا ایسا وصف اور امتیاز ہے کہ جس میں ان کا شریک و سہیم نہیں لہٰذا مرزا صاحب کے عقائد اور اعمال خود اس کی نفی کرتے ہیں کہ اس کا اہل حدیث کے ساتھ کوئی اعتقادی اور فقہی احکام میں تعلق ہے۔ بلاشبہ علماء اہل حدیث کا مرزا صاحب سے کبھی مذہبی تعلق نہیں رہا نہ قبل از فتوی تکفیر تھا اور نہ بعد از فتوی تکفیر۔ لیکن فتوی تکفیر کے بعد تو اہل حدیث اور مرزا صاحب کے درمیان عداوت

سامنے آگئی مرزا صاحب نے اس فتوی پر جس قسم کا ردعمل ظاہر کیا تھا اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اہل حدیث اور مرزا صاحب کے مابین بعد المشرقین ہے جب مرزا حضرت میاں صاحب کے بارہ میں بدگوئی اور دشنام طرازی پر اتر آیا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ علماء اہل حدیث اپنے مکرم شیخ کے خلاف مرزا صاحب کا ساتھ دیتے۔ اس کا ادنیٰ سا بھی احتمال نہیں ہے کہ علماء اہل حدیث نے اپنے شیخ مکرم سے اختلاف کیا ہو بلکہ تمام تلامذہ نے میاں صاحب کے فتوے کی تصدیق وتصویب کی۔ تاریخ مسخ کرنے والے کہتے ہیں مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے دوست تھے اس لئے جو مخالفت تھی محض دکھلاوہ تھا باطن میں دونوں ایک تھے۔ ہم کہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے دعووں سے قبل ان کے دوست تھے اور یہ دوستی بھی علاقائی اور معاشرتی تھی ورنہ وہ مسلکاً اس وقت بھی مرزا کے مخالف تھے مرزا صاحب مولانا بٹالوی سے فقہ حنفی کے دفاع میں مناظرے کرتا تھا (سیرت مہدی) مگر جب مرزا صاحب نے باطل دعوے کیے تو مولانا بٹالوی اس کے سب سے بڑے دشمن ہوگئے اور مرزا صاحب بھی ان کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے اس لئے کہ فتوی تکفیر کے باعث مولانا بٹالوی تھے انہوں نے ہی مرزا کے باطل عقائد پر مبنی ایک استفتاء تیار کرکے حضرت میاں صاحب سے مرزا کے کفر کا فتوی حاصل کیا تھا۔ اس فتوی کے بعد مرزا صاحب نے چوتھی کتاب تحریر کی اس میں مولانا بٹالوی کے متعلق ہرزہ سرائی کی اور اپنی تقریر وتحریر میں ان کے بارہ میں نہایت سوقیانہ انداز اختیار کر جاتا تھا اور بسا اوقات تمام اخلاقی حدود کو پھاند جاتا تھا۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں۔

خدمات اہل حدیث:

ردقادیانیت میں مرزا صاحب کی زندگی میں جس قدر علماء اہل حدیث کی خدمات ہیں دوسرے حضرات کی اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچتیں۔ اشاعۃ السنہ جو اس وقت معیاری اور کثیر الاشاعت مجلّہ تھا اس کے ہر شمارے کا ایک مخصوص حصہ صرف قادیانیت کی سرکوبی کے لئے وقف تھا۔ مجلّہ اہل حدیث امرتسر کا تو مشن ہی مذاہب باطلہ کا رد تھا جن میں قادیانیت سرفہرست تھی ان مجلوں میں قادیانیت کی تردید میں بڑے عمدہ علمی اور تحقیقی مقالات شائع ہوتے تھے اگر صرف ان مقالات کو جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل کئی جلدیں بن جائیں۔ اس کے علاوہ قاضی سلیمان منصور پوری علماء غزنویہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور

مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی تصانیف تھیں جو مرزا صاحب کی زندگی میں طبع ہو چکی تھیں جن کو اگر شمار کیا جائے تو سو سے زائد بنتی ہیں۔ یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ علماء اہلحدیث نے اس میدان میں سب سے زیادہ گراں مایہ خدمات سرانجام دی ہیں مرزا صاحب کی زندگی میں اتنی کثیر تعداد میں یہ تصانیف علماء اہل حدیث کی ہیں چونکہ اس میدان میں کلیدی کردار علماء اہلحدیث کا ہے اس لئے ردقادیانیت کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک علماء اہلحدیث کی خدمات کا وسیع ظرفی کے ساتھ اعتراف نہ کیا جائے ۔ستیاناس ہو تعصب اور اکابر پرستی کے جنون کا بڑے بڑوں کو اندھا کر کے رکھ دیا وہ کس دیدہ دلیری کے ساتھ ان خدمات جلیلہ کا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں ان کثیر کتب کی تعداد اور سینکڑوں مقالات ومضامین اور فتوؤں کی موجودگی میں بڑی جسارت ہے کہ ان کا انکار کر دیا جائے کیا یہ ممکن ہے مرزا جن کے ہاتھوں (مباہلہ ثنائی) کیفر کردار کو پہنچا تھا ان کو مرزائیت کا ایجنٹ قرار دے دیا جائے نہیں .تاریخ اپنا وجود رکھتی ہے جو تعصب سے ختم نہیں کی جاسکتی۔

غیر جانبدار مورخ کی تحقیق:

جب بھی کوئی غیر جانبدار مورخ قادیانیت کے حوالے سے قلم اٹھائے گا تو وہ اس میدان میں اہل حدیث کی سنہری خدمات اور درخشاں ماضی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے ہی حضرات میں پاکستان کے نامور ادیب صحافی اور مورخ آغا شورش کاشمیری ہیں جنہوں نے ردقادیانیت میں عملاً خود بھی حصہ لیا اور ان کے خلاف اٹھنے والی تحریک کا بے لاگ تجزیہ پیش کیا ہے فرماتے ہیں ”علماء اہل حدیث نے مرزا صاحب کے کفر کا فتوی دیا ان کا یہ فتوی فتاویٰ نزیریہ جلد ا صفحہ ۴ پر موجود ہے مرزا صاحب اس فتوی پر تلملا اٹھے اور میاں صاحب کو مناظرے کا چیلنج دیا میاں صاحب سو سال سے اوپر ہو چکے تھے اور انتہائی کمزور تھے آپ نے مرزا صاحب کے چیلنج کو اپنے تلامذہ کے سپرد کیا مرزا صاحب اپنی عادت کے مطابق فرار ہو گئے جن علماء اہلحدیث نے مرزا صاحب اور ان کے بعد قادیانی امت کو زیر کیا ان میں مولانا محمد بشیر شہسوانی ،قاضی محمد سلیمان منصور پوری ،مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سرفہرست تھے لیکن جس شخصیت کو علماء اہلحدیث میں فاتح قادیان کا لقب ملا وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے۔انہوں نے مرزا صاحب اور ان کی

جماعت کو لوہے کے چنے چبوا دیے۔ اپنی زندگی ان کے تعاقب میں گزار دی۔ ان کی بدولت قادیانی جماعت کا پھیلاؤ رک گیا۔ مرزا صاحب نے تنگ آ کر انہیں خط لکھا کہ میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا ورنہ آپ سنت اللہ کے مطابق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے خدا آپ کو نابود کر دے گا خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مفسد اور کذاب کو صادق کی زندگی میں اٹھائے۔ اس خط کے ایک سال ایک ماہ اور بارہ دن بعد مرزا صاحب لاہور میں اپنے میزبان کے بیت الخلاء میں دم توڑ گئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں رحلت فرمائی۔ وہ مرزا صاحب کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ ان کے علاوہ مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد اللہ معمار۔ مولانا شریف گھڑیالوی، مولانا عبد الرحمان لکھوکی والے، حافظ عبد اللہ روپڑی مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ، مولانا محمد حنیف ندوی میاں حبیب اللہ اور حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری وغیرہ نے قادیانی امت کو ہر دینی محاذ پر خوار کیا۔ اس سلسلہ میں غزنوی خاندان نے عظیم خدمات سر انجام دیں مولانا سید داؤد غزنوی جو جمعیت اہلحدیث کے امیر اور مجلس احرار کے سیکرٹری رہے انہوں نے اس محاذ پر بے نظیر کام کیا۔ فی الجملہ تحریک ختم نبوت کے اس آخری دور تک مرزائی مسلمانوں سے الگ کئے گئے۔ اور آئینی اقلیت پا گئے۔ علماء اہلحدیث قادیانیت کے تعاقب میں پیش پیش رہے اور اس عنوان سے اتحاد بین المسلمین میں قابل قدر حصہ لیا (تحریک ختم نبوت صفحہ ۲۱ منقول از حقیقت اور مرزائیت صفحہ ۱۲۸)

شورش مرحوم نے اہلحدیث کے بارے میں جو تجزیہ پیش کیا وہ حقائق پر مبنی ہے جس میں تنگ نظری اور تعصب کو کوئی دخل نہیں اس لئے کہ شورش بھی مسلکاً اہلحدیث نہ تھے کہ ان پر جانبداری کا الزام لگایا جا سکے۔ بلاشبہ قادیانیت کا سب سے پہلا تعاقب علماء اہلحدیث نے کیا تھا اور اہلحدیث ہی مرزا کی راہ میں سد سکندری بنے تھے یہ ایسی تاریخی شہادات ہیں جنہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہی جنون، تعصب اور اکابر پرستی کے کرداروں سے مسخ نہیں کیا جا سکتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆